



حافظ گل ریز خان فاروقی

بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تورات میں طلاق کا حکم نازل ہوا کہ طلاق کے بعد جب تک عورت دوسری شادی نہ کرے وہ اپنے شوہر کے لیے حلال ہے، جب دوسری شادی کرے تو پہلے شوہر کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہوگی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طلاق کا دوسرا قانون نازل ہوا جس میں نکاح کے بعد مطلقہ طلاق دینے سے منع کر دیا گیا یعنی کسی عورت سے علیحدہ ہونے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ اسی طرح ہندو مت میں بھی طلاق کا ایسا ہی نظام تھا، لیکن یہ ایک غیر فطری تصور تھا، اسی لیے

انسانوں کے باہمی تعلقات میں ازدواجی تعلق کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔ اس تعلق کے ذریعے دو انجینی ازدواجی بندھن بن گئے ہیں۔ ایک شریک، ایک جان دو قالب ہو کر محبت و الفت، باہمی ہمدردی و بخواری سے زندگی گزارنا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی ایک اہم حقیقت ہے کہ زندگی ہمیشہ ایک حالت پر اور یکساں نہیں رہتی، بلکہ اس میں تغیر و تبدل اور ترقی و ترقی آتے رہتے ہیں۔ کبھی میاں کو بیوی کی کوئی حرکت ناپسند آ جاتی ہے تو کبھی اس کے برعکس بیوی کو میاں کی کت بات یا کام سے بیزاری ہو جاتی ہے اور ایسا ہوا ایک فطری بات ہے۔ جس سے بعض اوقات فوت میاں تک پہنچ جاتی ہے کہ میاں بیوی کو ایک دوسرے سے جدا ہونا پڑ جاتا ہے۔ جس کے لیے ایک نظام کی ضرورت ہے اور وہی نظام "طلاق" ہے۔

"طلاق" کا اپنا معنی بندش کھولنے، کسی چیز کو چھوڑ دینے، ترک کر دینے اور آزاد کر دینے کے ہے۔ اسلامی اصطلاح میں طلاق فوراً یا تاخیراً اس کے ساتھ مخصوص لفظ کے ذریعہ تعلق کو ختم کرنے کا نام ہے۔

طلاق کا تصور قوام سابقہ میں طلاق ایک کھانا نہ طاق ہے۔ ایک جگہ پڑھا کہ سب سے پہلے طلاق کا استعمال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔ اس کے

اسلام کے نظام طلاق کی مثالی صورت

اسلام نے طلاق کو بلا ضرورت طلاق دینے سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ عاقل و جائز کاموں میں طلاق سے زیادہ کوئی چیز اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ نہیں۔ (ابوداؤد) اسی وجہ سے فقہائے امت فرماتے ہیں کہ اصل کے اعتبار سے طلاق ممنوع و منجور ہے، لیکن ضرورت کی بنا پر اس کو جائز و مباح کر دیا گیا ہے۔ یعنی اگر اصل کے اعتبار سے ایسا کیے جانے تو طلاق دو خاندانوں میں جدائی کا سبب بنتی ہے جس سے کسی قسم کے معاشرتی مفاسد جنم لیتے ہیں، لیکن دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر میاں بیوی کا باہمی تعلق ناخوشگوار ہو جائے اور دونوں حقوق زوجیت کی ادائیگی میں ناکام ثابت ہوں تو پھر یہی ناپسندیدہ فعل ایک ضرورت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ علامہ ابن عابدین طلاق کے بعض مباحین کا ذکر کرتے فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ طلاق سے میاں بیوی کے مابین بہت سے دینی اور دنیاوی کربہات

بہترین رہنمائی کی ہے کہ اگر بیوی واقعی نافرمان ہو اور شوہر کو اس کا جائز حق دینے سے گریزاں ہوں ہو تو اولاً شوہر مناسب انداز میں سمجھائے، وعظ و نصیحت اور تندرستی سے کام لے۔ اگر اس سے کام نہ چلے تو شوہر ہلکے ہلکے انداز میں اپنی کبھی کرسکتا ہے، بشرطیکہ اس میں شوہر کا پہلو ہو عذاب اور تکلیف دینا مقصود نہ ہو، اس سے بھی کام نہ چلے تو اس کا سزا الگ کر دے، غیرت مند خاندان کے لیے شوہر سے الگ بستر پر سونا کمرے سے کہیں ہے۔ ان تین مراحل سے شوہر خود گزرے، لیکن اگر اس سے کام نہ چلے سکے اور ازدواجی زندگی پوری پرنے آئے اور اتفاقاً برقی جلی جانے تو پھر دونوں خاندان کے بزرگ اور سمجھدار لوگ بیٹے کر دونوں فریق کی بات سمجھنے سے تین اور صلح کی کوشش کریں، اگر دونوں خاندان کے بزرگ اصلاح کی نیت سے تینوں کے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں میں صلح اور تیرگی کی تسلیل پیدا کرے گا، لیکن اگر داخلی اور خارجی تمام دشمنی ناکام ہو جائیں اور دونوں کی زندگی اجیرن بن چکی ہو، اور نہ

اسلام کا مثالی نظام طلاق اور اس کی مثالی خوبیاں

اسلام نے طلاق کو ازدواجی ناخوشگوار یوں کا ابتدائی حل نہیں، بلکہ اصلاح حال کا آخری حل اور مرحلہ قرار دیا

اور فسادات کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور دونوں اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں نئے نئے سوچنے کے لیے آزاد ہو جاتے ہیں۔ طلاق کی باگ مردوں کے ہاتھ میں

ادراک کیا اور ایک ایسا جامع اور مثالی نظام پیش کیا جس کا مقصد پیش کرنے سے تمام مذاہب ساویہ و غیر ساویہ عاجز و قاصر ہیں۔ اسلام نے شوہر کو بیوی کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کی اور فرمایا تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے، آپ ﷺ نے حضرت عائشہ اور دیگر ازواج مطہرات سے محبت کا بہترین نمونہ امت کے سامنے پیش کر کے بتایا کہ شوہر کو اپنی بیوی سے خوب محبت کرنی چاہیے اور اس کے حقوق کا مکمل خیال کرنا چاہیے، اسی طرح اسلام نے عورتوں کو بھی ہدایت دی کہ شوہر کے حقوق کی رعایت کریں، اس کی خدمت کریں، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو سجدہ دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ اسلام نے اس رشتے کو دوام بخشنے کی تلقین اور دائمی الفت و محبت کی ترغیب فرمائی۔

طلاق اصلاح حال کا ابتدائی حل نہیں آخری حل

اسلام کے نظام طلاق کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اسلام نے طلاق کو ازدواجی ناخوشگوار یوں کا ابتدائی حل نہیں، بلکہ اصلاح حال کا آخری حل اور مرحلہ قرار دیا۔ اس موقع پر قرآن کریم نے بہترین رہنمائی کی ہے کہ اگر بیوی واقعی نافرمان ہو اور شوہر کو اس کا جائز حق دینے سے گریزاں ہوں ہو تو اولاً شوہر مناسب انداز میں سمجھائے، وعظ و نصیحت اور تندرستی سے کام لے۔ اگر اس سے کام نہ چلے تو شوہر ہلکے ہلکے انداز میں اپنی کبھی کرسکتا ہے، بشرطیکہ اس میں شوہر کا پہلو ہو عذاب اور تکلیف دینا مقصود نہ ہو، اس سے بھی کام نہ چلے تو اس کا سزا الگ کر دے، غیرت مند خاندان کے لیے شوہر سے الگ بستر پر سونا کمرے سے کہیں ہے۔ ان تین مراحل سے شوہر خود گزرے، لیکن اگر اس سے کام نہ چلے سکے اور ازدواجی زندگی پوری پرنے آئے اور اتفاقاً برقی جلی جانے تو پھر دونوں خاندان کے بزرگ اور سمجھدار لوگ بیٹے کر دونوں فریق کی بات سمجھنے سے تین اور صلح کی کوشش کریں، اگر دونوں خاندان کے بزرگ اصلاح کی نیت سے تینوں کے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں میں صلح اور تیرگی کی تسلیل پیدا کرے گا، لیکن اگر داخلی اور خارجی تمام دشمنی ناکام ہو جائیں اور دونوں کی زندگی اجیرن بن چکی ہو، اور نہ

صرف ان دونوں کی، بلکہ دونوں خاندان کے لوگ متاثر اور ہونے لگتا دکا شکار ہوں اور دونوں کے علیحدہ ہونے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہ ہو تو پھر قرآن کی ہدایت ہے کہ مرد عورت کو ایک طلاق دے دے اور وہ

بھی ایسی یا کی کی حالت میں دی جائے جس میں بیوی سے محبت نہ کی ہو، اس کو "طلاق رجعی" کہتے ہیں۔ طلاق کے بعد اگر دونوں کو اپنی نظمی کا احساس ہو اور دوبارہ ازدواجی رشتہ برقرار رکھنا چاہیں تو عدت میں بلا نکاح کے رجوع کر سکتے ہیں اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کے ذریعہ عورت کو اپنی بیوی بنا سکتا ہے۔ اگر رجوع یا نکاح کے بعد پھر ناجاتی پیدا ہو جائے اور دونوں میاں بیوی سمجھدے ہونے میں ہی عاقبت محسوس کریں تو شوہر دوسری طلاق دے سکتا ہے۔ اس کے بعد پھر اگر دونوں باہم مل کر رہنا چاہیں تو عدت میں رجوع اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ اگر دوسرے نکاح کے بعد پھر سے دونوں کے درمیان ان بن ہو جائے اور لڑائی جھگڑے کا بازار گرم رہے اور شوہر کو تلقین ہو جائے کہ اس رشتے کو نبھانا نامکن ہے اور وہ بارے تجزیہ سے بھی ثابت ہو جائے کہ طلعہ

ہونے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے، بلکہ وہی میں دونوں کے لیے خیر و عاقبت ہے تو شوہر عورت کو تیسری بار طلاق دے دے۔ اب کے باروں میں ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے ہیں، رجعت یا نکاح کے ذریعہ اس رشتے کو قائم کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

طلاق کے بعد رجوع کا اختیار اسلام کے نظام طلاق کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اگر مرد طلاق دے کر بعد میں اس پر تادم اور پشیمان ہو تو اسے عدت کے دوران رجوع کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ یعنی طلاق دے چکنے کے بعد بھی رجوع کا دروازہ بند نہیں ہو جاتا، بلکہ وہی طلاق کو واپس لے کر مطلقہ کو دوبارہ بیوی بنانے کا حق پوری طرح باقی رہتا ہے۔ ورنہ دنیا کے دوسرے کسی بھی مذہب اور کسی بھی قانون میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی، بلکہ اس کے برعکس جب ایک طلاق ہو جاتی ہے تو پھر ہمیشہ کے لیے جدائی ہو جاتی ہے۔ امام راضی تحریر فرماتے ہیں کہ اثبات رجعت میں حکمت یہ ہے کہ انسان جب تک اپنی شریک حیات کے ساتھ رہتا ہے اسے اس بات کا احساس نہیں رہتا کہ آیا اپنی شریک حیات کی جدائی اس پر شائق گزرتی ہے یا نہیں؟ لیکن جب وہ اس سے جدا ہو جاتی ہے تب اسے اس کا صحیح احساس ہو جاتا ہے، لہذا اگر اسلام صرف ایک ہی طلاق کو ناقابل رجوع قرار دے دیتا تو انسان کے لیے یہ شفقت بہت سخت ہو جاتی، کیوں کہ بیوی کی محبت کے بعد ہی اس کی محبت ظاہر ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے چونکہ یہ تجربہ ایک طلاق سے پورا نہیں ہوتا، اس لیے اسلام نے جدائی کے بعد رجوع کا حق دو

طلاقوں تک باقی رکھا۔ رجعت کا حق صرف دو تک اور اگر زکر لیا کر زمانہ جاہلیت میں طلاق کی مذکورہ حدیثی اور نذرہ اس لیے ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا پھر اس سے رجوع کر لیتا وہ اس کی بیوی ہو جاتی، پھر طلاق دیتا، پھر رجوع کرتا، اس طرح جتنی بار وہ اپنا اس طرح کر سکتا تھا، اور یہ سلسلہ چلتا رہتا اس طرح وہ عورت تو شوہر والی ہوتی اور سزا زدہ کو دوسری شادی کر کے۔ اسلام نے عورت کے اس طرح استحصال کرنے کو ختم کرتے ہوئے اور اس ظلم کو مٹاتے ہوئے مرد کو صرف دو طلاقوں کا حق دیا اور صرف دو

مرجعت رجعت کو جائز رکھا، اور یہ واضح کر دیا کہ اس کے بعد طلاق دینے سے عورت اس سے مستقل طور پر جدا ہو جائے گی۔ اسلام نے طلاق کا یہ بہترین نظام دیا ہے جس میں ہر شخص کے لیے عاقبت بھی ہے اور رشتہ ازدواج کو دوام دینے کی ہر ممکن کوشش بھی، اور استحصال کی تمام صورتوں کے ناکام ہونے کی صورت میں جدا ہونے کا راستہ بھی ہے۔ اسلام کے اس مثالی نظام طلاق ہی کی وجہ سے مسلمانوں کے یہاں طلاق کے واقعات دو گنا مذاہب کے مقابلے میں کم، بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اعداد و شمار اس پر شاہد ہیں۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان اسلام کے نظام طلاق کو سمجھیں، تاکہ ہمارے اس معاشرے میں خاص اسلامی تعلیمات کی فضا قائم ہو اور خوب امن و سلامتی اور محبت و اخوت اور ہمدردی کا ماحول ہو۔



عبدالواسط ڈاؤ الفطار

آج کل ہمارا ملک عجیب بھائی کیفیت سے گزر رہا ہے۔ ہر صبح ملک کی مظلوم عوام ایک نئی کہانی سنتی ہے۔ ایسے معلوم پڑتا ہے جیسے اب جنگوں میں درندے نہیں رہتے، بلکہ وہ انسانی روپ دھار کر ہمارے بیچ ہی موجود ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں کہ جس دن یہ خبر نہ سنتی ہو کہ آج انسانی درندے نے کسی کو نہیں توچا، کسی کو نہیں بھیجوڑا۔ کسی کی جان نہیں لی۔ آئے روز حوا کی بیٹی درندوں کے ہاتھوں تھرد، استحصال اور ظلم و ستم کا شکار ہو کر ماری جاتی ہے۔ روح تک کانپ اٹھتی ہے۔ انسان جو خود کو پڑھا لکھا کہتا، تہذیب یافتہ سمجھتا ہے وہ اب بھی فرسودہ روایات میں جکڑا ہوا ہے۔ ہمارے معاشرے میں تشدد کا رجحان ٹھوس ٹھیک حد تک بڑھ رہا ہے۔ غیرت کے نام پر قتل معمول بن چکا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق گزشتہ پانچ سالوں میں تقریباً پانچ ہزار خواتین، نام نہاد غیرت کی سمیٹ چڑھ گئیں۔ رشتے سے انکار، پسند کی شادی، شک و شبہ کی بنیاد پر قتل ہونے والوں کی تعداد بھی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ ہر سال تقریباً 1400 خواتین غیرت کے نام پر قتل کر دی جاتی ہیں۔ غیر سرکاری تنظیم عورت فائونڈیشن کے مطابق 2015 میں ملک پاکستان میں 1096 خواتین قتل کیا گیا۔ 2014 میں 1005 جبکہ 2013 میں غیرت کے نام پر قتل ہونے والوں کی تعداد 869 تھی۔

معلق بل منظر کیا تھا۔ اس نئے قانون کے مطابق غیرت کے نام پر قتل کرنے والے مجرم کے لیے سخت سزا تجویز کی گئی۔ اس کے باوجود تاحال ایسے واقعات کا رونا ہوتا قانون نافذ کرنے والے اداروں کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے۔ گزشتہ دوں کو بات میں میڈیکل کی طالبہ جاسمہ کا کہنا نہ قتل کیا گیا۔ کی طرح تاحال گرفتار نہ ہو سکا۔ ارباب اختیار و اقتدار بیان بازی میں ایک دوسرے کو گینا دکھانے میں مصروف ہیں۔ ایک وزیر کا کہنا تھا کہ اگر تین گیل قتل کیے گئے ہوں تو ہم مجرم کو کب کا پکڑ کر سزا دے سکتے ہیں۔ لیکن ان سے پوچھا جائے کہ پنجاب میں زینب کس سیت دیکر کیسوں میں کتنے مجرموں کو سخت سزا دلائی؟ غیرت کے نام پر زیادہ تر قتل پنجاب ہی میں رونما ہوتے ہیں۔ دوسری طرف کے وزیر دیگر واقعات پر لے کر آواز بلند کیا وہ دوسرے تو کرتے ہیں مگر انصاف کی فراہمی میں سستی ہی رہتے دکھائی دیتے ہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیم (ایچ آر سی) کے مطابق 2016 میں بننے والے قانون کے مطابق 2015 میں ملک پاکستان میں 1096 خواتین قتل کیا گیا۔ 2014 میں 1005 جبکہ 2013 میں غیرت کے نام پر قتل ہونے والوں کی تعداد 869 تھی۔

غیرت کے نام پر قتل

رشتے سے انکار، پسند کی شادی، شک و شبہ کی بنیاد پر قتل ہونے والوں کی تعداد بھی بڑھتی جا رہی ہے

کے خلاف اس جرم کا تائب دیکھیں علاقوں سے زیادہ شہری علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ حقوق نسواں کی چیئر پرسن کا کہنا ہے قانون سازی کے باوجود غیرت کے نام پر قتل کی سب سے بڑی وجہ معاشرے میں عورتوں کے حقوق کو تسلیم نہ کرنا ہے۔ معلوم نہیں یہ کسی غیرت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کا قتل

اس کا ناپا پ قتل کرتا ہے تو کہیں وہ بھائی، جو بہنوں کا محافظ کہلاتا ہے، ہمیشہ کی نیند سلا دیتا ہے۔ کہیں کوئی کسی کو رشتہ نہ ملنے پر پھول کی گولی کی نذر کر دیتا ہے۔ کہیں میری نہیں تو کسی کی نہیں اور کہیں ذاتی عداوت، شک و شبہ، ناجائز تعلقات پر بغیر تصدیق کیے غیرت کی سمیٹ چڑھا دیتے ہیں۔ روزا لے واقعات کا رونا ہونا

معاشرے سے برداشت کے ختم ہونے کا تاثر ملتا ہے۔ سمجھنے کے کھلے گھوم رہے ہیں۔ اور ان کو پچانے کے لیے پولیس بھی اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ جرم عداوتی نظام میں کمزوری کی بنا رہا ہو جاتا ہے۔ جتنی حد نظام سے انصاف کا حصول مشکل ہو جاتا ہے۔ جہاں تحفظ نہ ملے وہاں لوگ سے لگتے قانون کا کیا فائدہ۔۔۔ اس سے مجرم تو فائدہ اٹھا لیتا ہے جب کہ مظلوم کو انصاف نہیں مل پاتا۔ قتل کے بڑھتے واقعات میں اداروں کی کمزوری، معاشرے میں برہنہ ہوتی ہے راہ رومی، عدم برداشت، اقتداری سختی کی ایک وجہ اساتذہ، والدین اور دیگر لوگوں کا اپنی ذمہ داریوں سے چشم پوشی ہے۔ دوسرا جرموں کو مجرتا کر سزا نہیں نہ ملتا ہے۔ جب ایک مجرم کو سزا نہیں ملتی تو انہیں شل جاتی ہے وہ پھر زوری دکھاتا ہے۔ ہمارا مطالبہ اب بھی وہی، "اے جرموں کو سزا دینے کا ہے" جس کا تصور 2002 میں پر پھول کی گولی کی نذر کر دیتا ہے۔ کہیں میری نہیں تو کسی کی نہیں اور کہیں ذاتی عداوت، شک و شبہ، ناجائز تعلقات پر بغیر تصدیق کیے غیرت کی سمیٹ چڑھا دیتے ہیں۔ روزا لے واقعات کا رونا ہونا

میں قتل کی سزا قید کرنا ہے۔ شاہ فیصل مرحوم نے جواب دیا تھا آپ کا قانون مظلوم کو انصاف دینے کے بجائے ظالم کو پچانے کے بجائے ڈھونڈتا ہے اور کمزور ریل پر مجرم ہوا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے صرف نیو یارک میں ہر سال 10 ہزار سے زیادہ خواتین کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے اور مزیم چند سال گزار کر رہا ہو جاتا ہے۔ اس سال نیو یارک میں 8 ہزار کے قریب قتل ہوئے۔ 5 ہزار کے قریب افراد پکڑے گئے جن کو 14 سال کی سزا ہوئی۔ جو کس آدھی رہ جائے گی۔ بتایا جائے مقتول کہاں انصاف ملا ہے؟ سعودی عرب میں 10 قتل ہوئے۔ چند عورتوں کی سخت سے دن کا قتل گرفتار ہونے۔ جرم ثابت ہوا۔ سر قلم کر دیے۔ ایک طرف مقتول خاندان کو انصاف مل گیا دوسری طرف کروڑوں لوگوں کو سبق مل گیا کہ قاتل جتنی سزا ملے۔ اب وہ قتل کرنے سے پہلے ہزار بار سوچے گا۔ ہم نے اس فراڈ کی قربانی دے کر کروڑوں لوگوں کو تحفظ فراہم کر کے مثال قائم کر دی۔ آپ کا مذہب معاشرہ 5 ہزار افراد کو سزا دے کر بھی تحفظ فراہم نہ کیا۔ ظالم آپ ہونے یا ہم۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب تک سخت ترین سزوں کا نفاذ نہیں ہوگا مجرم حوا کی بیٹی کو نپوتے، بے حرق نہیں کرتے رہیں گے۔ اور اگر ہم انہیں سونے سے پھینک دیتے ہیں تو ہمیں خود کو تحفظ فراہم کر کے مثال قائم کر دی۔ خواہر رہتا بھی ایک طرح سے جرم کا ساتھ دیتا ہے۔

